سائنس اور رُوحانیت کی تمثیل، ایک تحقیقی جائزہ

Parable of science and spirituality, a research review

پروفیسر ڈاکٹر سیف الاسلام*

ABSTRACT:

Spirituality is usually understood as a way of being that flows from a certain profound experience of reality, which is known as 'mystical', 'religious', or 'spiritual' experience.There are numerous descriptions of this experience in the literature of the world's religions, which tend to agree that it is a direct, non-intellectual experience of reality with some fundamental characteristics that are independent of cultural and historical contexts.

Spiritual and scientific quests are two complementary inquiries into reality. Any feeling of antagonism between them is a product of a narrow vision. Science deals with what is measurable; religion is the quest for discovering and understanding the immeasurable. A scientist is not intelligent if he denies the existence of the immeasurable. There is nothing that is anti-science but there is a lot that is beyond science. The two quests have to go hand in hand. We not only need to have an understanding of the laws that govern the phenomena occurring in the external world around us but also we need to discover order and harmony in our consciousness. Human understanding is incomplete unless it covers both aspects of reality: matter as well as consciousness. Indeed the division between the scientific and spiritual quests is itself the creation of the human mind. Reality is one undivided whole which includes both matter and

* Director, Academy for Islamic Studies, Durban South Africa

consciousness. Our thoughts, being limited by our experience, divide the external world from the inner world of our consciousness, in much the same way as our mind divides time from space though they are both two aspects of a single continuum-

مذہب اِسلام اور سائنس کے درمیان کسی قسم کی مغایرت نہیں ہے۔ جدید سائنسی اِنکشافات و تحقیقات کلی طور پر اِسلام کی بنیادی صداقتوں کی آئینہ دار ہیں۔ جدید ترقی یافتہ اِنسان کے پاس ''حقیقت'' کے اِدراک کے لئے سائنسی طریقِ کار ایک ایسا معتبر و مستند ذریعہ ہے جو عقلی اِستدلال اور مشاہدۂ حقائق کی بنیاد پر کوئی نظریہ قائم کرتا اور نتائج اَخذ کرتا ہے، جنہیں مسلسل تجربے کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔ سائنس کا مطالعہ معروضی حالات کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے۔ سائنس اور مذہب کی حدود اور دائرۂ کار بالکل جدا جدا ہیں۔ سائنس صرف عالمِ اَسباب کا اِحاطہ کرنے کا دعویٰ کرتی ہے اور اُسے عالمِ اَسباب کے علاوہ کسی اور شئے سے سروکار نہیں، جبکہ مذہب مابعد الطبیعاتی حقائق اور اُخروی زندگی جیسے اُمور کو زیر بحث لاتا ہے۔ چونکہ اِن دونوں کا دائرۂ کار قطعی مختلف ہے لہٰذا سائنس اور مذہب میں کبھی بھی کسی قسم کا کوئی باہمی ٹکراؤ اور تضاد ممکن نہیں۔ دوسری طرف جدید سائنس کے بارے میں نہایت وُثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ سائنس کے میدان میں ہونے والی ہر پیش رفت اِس حقیقت کو بے نقاب کرتی نظر آتی ہے کہ اِس کائنات کی بنیاد مادّی نہیں بلکہ رُوحانی ہے۔ جدید سائنس ایٹمی توانائی کی دریافت کے بعد ایک بہت بڑے سربستہ راز سے پردہ اُٹھا چکی ہے۔ وہ یہ کہ کائنات کے ہر ننھے ذرّے کے اندر توانائی کا ایک بیش بہا خزانہ چھپا ہوا ہے، جس سے کائنات میں محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے جاسکتے ہیں۔ آئن سٹائن کے نظریۂ اضافیت کی مساوات $E = mc^2$ کی گتھیاں سلجھانے کے بعد اب سائنس پر فطرت کا یہ راز بے نقاب ہو چکا ہے کہ مادّے کو پوری طرح توانائی میں بدلنا ممکن ہے۔ البرٹ آئن سٹائن نے 1905ء میں

اپنے مقالہ "متحرک اجسام کی برقی حرکیات پر"(On the Electro-dynamics of Moving Bodies) میں خصوصی نظریۂ اضافیت کو متعارف کروایا۔ آئن سٹائن نے مادے کی کمیت (mass) یعنی m کی تباہی سے پیدا ہونے والی توانائی E کو ریاضیاتی مساوات E=mc2 کے مطابق بتایا ہے۔ چنانچہ کمیت m اگر گراموں میں لی جائے تو توانائی E ارگ (Erg) میں اور روشنی 300000 c کلومیٹر فی سیکنڈ لی جائے تو ایک گرام مادے کے فنا ہونے سے حاصل ہونے والی توانائی کی مقدار حسب ذیل ہو گی[1]۔

30000000000 X 30000000000 = 9x1020 Erg = 9X1013 J

= 25000000 Kw-hr

توانائی کی یہ مقدار اس قدر کثیر ہے کہ اگر آپ کے گھر کا بجلی کا ماہانہ بل 100 یونٹ ہو تو بجلی کہ یہ مقدار آپ کے لیے 20 ہزار سالوں کے لیے کافی ہو گی!۔ ذرا سوچئے ! کی اس قدر کثیر مقدار کو اگر ایک لمحہ یا اس سے بھی کم مدت میں خارج کر دیا جائے تو وہ بے قابو ہو کر کس قدر تباہی مچا سکتی ہے۔ ایٹم بم میں یہی کچھ ہوتا ہے۔ ایٹم بم کی بجائے ہائیڈروجن بم کی صورت میں چونکہ تباہ ہونے والے مادے کی کمیت mass زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس سے خارج ہونے والی توانائی اور نتیجے میں تباہ کاری بھی کئی گناہ زیادہ ہوتی ہے۔

یوں یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ سائنس اور مذہب میں کوئی تضاد نہیں اور یہ کہنا کہ دونوں میں نباہ نہیں ہو سکتا خود دقیانوسی سوچ اور خام خیالی ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جہاں سائنس کلی طور پر مادّی زندگی کے مظاہر سے متعلق ہے اور اُسے رُوحانی زِندگی سے کوئی سروکار نہیں، وہاں مذہب اوّل تا آخر رُوحانی زِندگی سے بحث کرتا ہے اور اس کا اِطلاق مادّی زندگی پر کر کے اِنسان کی دُنیوی و اُخروی زِندگی کو بہتر بنانے کی کامل صلاحیت رکھتا ہے۔

دورِ حاضر کا معیارِ علم:

موجودہ دور مادّی ترقی کے عروج کا دور ہے۔ سائنس اِس مادّی دُنیا کا سب سے بڑا علمی معیار ہے۔ اِس دور میں ہر بات کو سائنسی پیمانے پر پرکھا اور جانچا جاتا ہے۔ فقط اُسی چیز کو حق مانا جاتا ہے جو سائنسی پیمانوں پر کماحقہ پورا اُتر رہی ہو اور جو چیز سائنسی کسوٹی پر پورا نہ اُترے اُسے محض تصوّر و تخیل اور توہمات پرستی تصوّر کرتے ہوئے ردّ کر دیا جاتا ہے، جبکہ جدید سائنسی تحقیقات کی بدولت اِسلامی تعلیمات کی روز اَفزوں تائید و توثیق میسر آ رہی ہے۔ بدقسمتی سے اُمتِ مسلمہ بالعموم مادّہ پرستی کے چُنگل میں پھنس کر رُوحانی زِندگی سے دُور ہٹتی چلی جا رہی ہے۔ اِسلام کو بھی مادّہ پرستی کا لِبادہ پہنایا جا رہا ہے۔ آج کا تعلیم یافتہ نوجوان طبقہ بالعموم مادّیت زدگی، فکری اِفلاس، اِبہام اور تشکیک کا شکار ہے۔ اُس کی نظر میں وہی چیز دُرست اور مبنی بر حق ہے جسے سائنس تسلیم کرے۔ کم علمی اور بنیادی اِسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کی بناء پر وہ مذہبی عقائد کو بھی ڈھکوسلا سمجھتا ہے جبکہ در حقیقت یہ خود دورِ جدید کے علم سے کلیتاً نابلد ہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سائنس خود رفتہ رفتہ حضور ﷺ کے معجزات کو سچا ثابت کرتی چلی جا رہی ہے۔

مِقناطیسیت سے تمثیلِ روحانیت:

جدید مادّی ترقی کے اِس دور میں مقناطیس پر بہت کام ہو رہا ہے اِس ضمن میں Super Electro Magnetism کے حوالے سے سائنسی تحقیق آگے بڑھ رہی ہے۔ مقناطیسیت وہ قوت ہے جس سے کوئی مقناطیس اپنے دائرۂ اثر کے اندر واقع چیزوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ ہر مقناطیس میں ایک خاص مقناطیسی قوت (Magnetic Force) ہوتی ہے، جس کا اثر ایک خاص فاصلے (Range) تک ہوتا ہے۔ جتنا طاقتور کوئی مقناطیس ہو گا اتنا زیادہ فاصلے تک اُس کا دائرۂ اثر ہو گا۔ اِسے اُس مقناطیس کا حلقۂ اثر (Magnetic Field) کہتے ہیں۔ ہماری زمین فی نفسہ ایک

بڑا مقناطیس ہے، جس کی مقناطیسی قوت کا دائرۂ کار 80,000 کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے۔ اِس کے مقابلے میں مشتری (Jupiter) جو نظامِ شمسی کا سب سے بڑا سیارہ ہے، اُس کی مقناطیسی قوّت زمین سے بھی اڑھائی لاکھ گنا زیادہ ہے۔ یہ ایک سائنسی حقیقت ہے کہ جو جرمِ فلکی (ستارہ یا سیارہ) جتنی زیادہ کمیّت پر مشتمل ہو گا، اُس کا دائرۂ کشش بھی اُسی قدر وسیع ہو گا۔ ہر صاحبِ علم پر یہ حقیقت واضح ہے کہ زمین جو ایک بڑا مقناطیس ہے، اُسکی مقناطیسی قوّت اُسکے قطبین(Poles) سے پیدا ہوتی ہے، جو شمالی اور جنوبی پول (North & South Poles) کہلاتے ہیں۔ کششِ ثقل کے اِن اثرات کو قطب نما (Compass) کی مثال سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ اُسے جونہی زمین پر رکھا جاتا ہے، اُس کی سوئیوں کا رُخ شمالاً جنوباً گھوم جاتا ہے۔جبCompass کے مقابلے میں عام سوئیاں زمین پر رکھیں تو وہ جوں کی توں پڑی رہتی ہیں اور اُن کا رُخ شمالاً جنوباً نہیں پھرتا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ Compass کی سوئی کو شمالاً جنوباً کس قوّت نے پھیرا؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ وہ مقناطیسی سوئی جس کی نسبت زمینی قطب (Pole) کے ساتھ ہو گئی وہ عام سوئی نہیں رہی بلکہ قطب نما بن گئی اِسی نسبت کے اثر نے اُس کی سمت قطبین کی طرف پھیر دی.

رُوحانی کائنات کا مِقناطیسی نظام:

رُوحانیت کی حقیقت کو نہ سمجھ پانے والے مادّیت زدہ لوگ اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کا ایک ولی ہزاروں میل کی مسافت سے اپنے مرید کو اپنی توجہ سے فیضاب کر دے؟ اِتنی دور سے ایسا کیونکر ممکن ہے؟ کم علمی کے باعث پیدا ہونے والے اِن شکوک و شبہات کا جواب بالکل سادہ ہے کہ وہ قدیر و علیم ذات جس نے زمین اور مشتری جیسے سیارگانِ فلک کو وہ مقناطیسی قوّت عطا کر رکھی ہے، جو ہزاروں لاکھوں میلوں کے فاصلے پر خلاء میں اُڑتے ہوئے کسی شہابیئے (Meteorite) پر اثر انداز ہو کر اُسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے اپنے اُوپر گرنے پر مجبور کر

سکتی ہے، کیا وہ قادرِ مطلق ذات مادّی حقیقتوں کو رُوحانی حقیقتوں سے بدلنے پر قادِر نہیں؟ اِس حقیقت کا اِدراک وُہی کر سکتا ہے جس کا دِل بصیرتِ قلبی اور نورِ باطنی سے بہرہ ور ہو۔ مادّیت زدہ لوگوں کو جان لینا چاہئے کہ اُن کے دِل عام سوئی کی طرح ہیں جو کسی رُوحانی قطب سے منسلک نہ ہونے کے باعث اُس ایزد اَفروز نور سے محروم ہیں، جس کے بارے میں قرآن نے : لَا شَرۡقِیَّۃٍ وَ لَا غَرۡبِیَّۃٍ[2] کہا، کیونکہ اُس کے نور کی حدیں شرق و غرب سے ماوراء ہیں۔ رُوحانی کائنات کا قطبِ اعظم صرف ایک ہے اور وہ گنبدِ خضرا میں مقیم ہے۔ زمین کے شمالی اور جنوبی دو پول ہیں، جن کی نسبت سے قطب نما کی سوئی شمالاً و جنوباً رُخ اِختیار کرلیتی ہے، جبکہ فرش سے عرش تک رُوحانی کائنات کا قطب گنبدِ خضرا کا مکین ہے۔ جس طرح عام سوئیوں کی نسبت زمین کے قطبین سے ہو جائے تو وہ عام سوئیاں نہیں رہتیں بلکہ خاص ہو جاتی ہیں، جو ظاہری واسطہ کے بغیر جہاں بھی ہوں خود بخود اپنی سمتیں شمالاً جنوباً درُست کرلیتی ہیں، بالکل اِسی طرح ایک مؤمن کا دِل بھی ہر آن مکینِ گنبدِ خضراء کی توجہاتِ کرم کی طرف مائل رہتا ہے۔ جن دلوں کی نسبت گنبدِ خضراء سے ہو جائے وہ عام نہیں رہتے بلکہ خاص دل بن جاتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ سلسلۂ فیض منقطع ہو گیا تو اِس کا مطلب ہے کہ ہمارے دِل کی سوئی خراب ہے اور اُس کا رابطہ اپنے رُوحانی قطب سے کٹ گیا ہے، کیونکہ یہ فیضان تو ہمیشہ جاری رہنے والا ہے۔ اِس وسیع و عریض مادّی کائنات میں اپنے اپنے مداروں میں تیرنے والے تمام تر سیاروں اور ستاروں کے ہمیشہ دو دو پول ہوتے ہیں، جن سے اُن کی مِقناطیسی لہریں نکل کر اُن کی فضا میں بکھرتی اور بیرونی عناصر کے لئے اپنی طرف کشش پیدا کرتی ہیں جبکہ تحت الثریٰ سے اوجِ ثریا تک پھیلی ہوئی اِس ساری رُوحانی کائنات کا پول فقط ایک ہی ہے اور وہ ہماری ہی زمین پر واقع سرزمینِ مدینہ منورہ میں ہے۔ یہ نظامِ وحدت کی کارفرمائی ہے کہ جس دِل کی سوئی مدینہ کے پول سے مربوط ہو گئی وہ کبھی بھی بے سمت و بے ربط نہ رہے گا۔ آج بھی تاجدارِ کائنات

ﷺ کی مقناطیسی توجہ ہر صاحبِ ایمان کو اُسی طرح سمت (Direction) دے رہی ہے جیسے زمینی مقناطیس کے دونوں پول کسی قطب نما کی سوئی کو شمال و جنوب کی مخصوص سمت دیتے ہیں۔

شیخ اور مرید میں فرق کی تمثیل:

مِقناطیس بنانے کے دو طریقے ہیں، جن سے عام طور پر لوہے کو مِقنایا جاتا ہے:

1۔ مِقناطیس بنانے کا پہلا اور دیرپا طریقہ الیکٹرک چارج میتھڈ (Electric Charge Method) کہلاتا ہے اِس طریقے کی رُو سے لوہے کے ایک ٹکڑے میں سے برقی رَو (Electric Current) گزاری جاتی ہے۔ اِس کے نتیجے میں جو مقناطیس بنتے ہیں اُنہیں Electric[3] Charged Magnets یعنی برقی چارج کئے گئے مقناطیس کہتے ہیں۔ یہ مقناطیس اس آیۂ کریمہ کا مِصداق ہیں جس میں اللہ تعالی کا اِرشاد ہے:

الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَه[4]۔

ترجمہ: جولوگ صبح و شام اپنے ربّ کو یاد کرتے ہیں اور اُس کی رضا کے طلبگار رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اُن بندوں کی یہ کیفیت بیان فرمائی ہے کہ وہ صبح و شام اپنے مولا کی یاد میں مست رہتے ہیں۔ اُن میں محنت، مجاہدہ اور تزکیہ کی بجلی گزاری جاتی ہے تو رُوحانی طور پر چارج ہو جاتے ہیں۔

2۔ مِقناطیس بنانے کا دُوسرا طریقہ سٹروک میتھڈ (Stroke Method) کہلاتا ہے۔اِس کے مطابق لوہے کے ٹکڑے کو کسی مقناطیس کے ساتھ رگڑا جاتا ہے تو اُس میں مقناطیسیت (Magnetism) منتقل ہو جاتی ہے اور لوہے کا وہ ٹکڑا بھی اِس رگڑ اور معیت سے مِقناطیس بن کر لوہے کی عام اشیاء کو اپنی طرف کھینچنے لگ جاتا ہے۔رُوحانی مقناطیسیت کی دُنیا میں دُوسرے طریقے کے ضمن میں وہ لوگ آتے ہیں جو مجاہدۂ نفس، محنت اور تزکیہ و تصفیہ کے اِعتبار سے کمزور ہوتے ہیں

اور وہ اِس قدر ریاضت نہیں کرسکتے مگر اُن کے اندر یہ تڑپ ضرور ہوتی ہے کہ وہ بھی اپنے قلب و باطن کو کثافت اور رذائل سے پاک و صاف کر کے رضائے الٰہی سے ہمکنار ہوں۔ اسی سلسلے میں ارشادِ خداوندی ہے کہ:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ[5].

ترجمہ: تو اپنے آپ کو اُن لوگوں کی سنگت میں جمائے رکھ۔

اِس آیتِ مبارکہ میں اُن طالبانِ حق کا ذِکر کیا گیا ہے جو اللہ والوں کی محبت اور معیت اختیار کر کے اپنے اندر للّٰہیت، حق پرستی اور خدا پرستی کا جوہر پیدا کر لیتے ہیں۔ سٹروک میتھڈ والے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ[6] کے مِصداق ہوتے ہیں۔ مُرید دوسرے طریقے (StrokeMethod) سے رُوحانی مقناطیسیت لیتا ہے اور شیخ پہلے طریقے (Electric Charge Method) سے مقناطیس بنتا ہے۔

اِیصالِ حرارت ورُوحانیت:

سٹروک میتھڈ کی مثال اِیصالِ مقناطیسیت کے ضمن میں اِیصالِ حرارت کی سی ہے۔ جیسے کسی مُوصِل شے کو آگ میں تپایا جائے تو وہ خود بھی گرم ہو جاتی ہے اور اپنی حرارت کو آگے بھی منتقل کرتی ہے۔ مثال کے طور پر لوہا ایک اچھا مُوصِل ہونے کے ناطے حرارت کے اِیصال کی خاصیّت رکھتا ہے جبکہ لکڑی غیر مُوصِل ہے جو آگ میں جل کر راکھ تو ہو جاتی ہے مگر اِیصالِ حرارت کی صفت سے محروم ہے۔ جس طرح لوہا مُوصِل ہونے کے ناطے حرارت منتقل کرنے کی خاصیت سے بہرہ ور ہے اور جب تک اُسے حرارت ملتی رہے اِیصال کا عمل جاری رکھتا ہے، بالکل اُسی طرح وہ اَولیائے کرام جو فیضانِ نبوت سے بہرہ یاب ہوتے ہیں، وہ اِس فیضان کو آگے عامۃ الناس تک منتقل کرتے رہتے ہیں۔ فیضانِ نبوت کے منتقل کرنے والے اِس طریقِ کار کو رُوحانی دنیا

میں سلسلہ کہتے ہیں اور یہ سلسلہ اُن اَولیائے کرام سے چلتا ہے جو گنبدِ خضراء کے مکیں سے رُوحانیت کا Magnetism لیتے اور آگے تقسیم کرتے رہتے ہیں اور اُن سے جاری ہونے والا چشمۂ فیض کبھی خشک نہیں ہوتا۔

جدید سائنسی دریافت اور نظام برقیات سے ایک تمثیل:

موجودہ سائنسی دنیا میں بہت سی چیزیں سپر الیکٹرو میتھڈ (Super Electro Method) کے نظام کے تحت چل رہی ہیں، جس کے تحت ایک کوائل (Coil) پر اِتنی توجہ اور محنت کی جاتی ہے کہ ہر ممکنہ حد تک اُس کی ساری برقی مزاحمت (Electrical Resistance) ختم کردی جاتی ہے۔ صوفیاء کی زبان میں اِسے تزکیہ کہتے ہیں۔ جس کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا: قَدۡ أَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى۔[7]

"بے شک وہی بامُراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اور گناہوں کی آلودگیوں سے) پاک ہوگیا".

تزکیہ کیا ہے؟

برقیات کی اِصطلاح میں:

یہ بجلی چارج کرنے کے خلاف تمام تر ممکنہ مزاحمت کو ختم کرنا ہے۔

صوفیاء کی اِصطلاح میں:

یہ نفس کی کدُورتوں، رذائل اور اُس مزاحمت کو دور کرنا ہے جو قربِ الٰہی کی راہ میں حائل ہوتی ہے۔

برقیات کے حوالے سے ہونے والی جدید سائنسی پیش رفت میں کسی بھی کوائل (Coil) کو اِس قدر ٹھنڈا کیا جاتا ہے کہ اُس کا درجۂ حرارت 269 ^{o}سینٹی گریڈ پر چلا جاتا ہے۔ اِس طرح جو الیکٹرومیگنٹ (Electro Magnet) حاصل ہوتا ہے، وہ زیادہ سے زیادہ کرنٹ

اپنے اندر سما سکتا ہے۔ واضح رہے کہ ہماری زمین کا اَوسط درجۂ حرارت محض 15 ^{o}سینٹی گریڈ جبکہ پوری کائنات کا درجۂ حرارت 270 ^{o}سینٹی گریڈ ہے۔

اِسی تمثیل پر صوفیائے کرام مجاہدہ و محاسبۂ نفس کے ذریعے اپنے اندر سے غصہ، حسد، بغض، غرور، تکبر اور نفس کی دیگر جملہ کثافتوں کو جو حصولِ فیض کی راہ میں مانع ہوتی ہیں، اپنے نفس کو خوب ٹھنڈا کر کے بالکل نکال دیتے ہیں تاآنکہ وہ سراپا یوں نظر آنے لگتے ہیں:

وَ الْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ[8].

ترجمہ: اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے (اُن کی غلطیوں پر) درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ اِحسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے.

جس طرح Super Electro Magnet مادّی کثافتوں کے دُور ہونے سے چارج ہوتا ہے اور اُس سے مادّی دُنیا میں کرامتیں صادِر ہونے لگتی ہیں، بالکل اِسی طرح اولیاء کا نفس کثافتوں اور رذائل و کدُورت سے پاک ہو کر فیضانِ اُلوہیت اور فیضانِ رسالت کو اپنے اندر جذب کر لینے کے قابل بن جاتا ہے اور پھر وہ جدھر نگاہ اُٹھاتے ہیں کرامات کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ اِس قلبِ ماہیت سے اولیاء کے دل مُوصِل مِقناطیس (Conducting Magnet) بن جاتے ہیں۔ جب اُس الیکٹرو میگنٹ (Electro Magnet) کو ایک خاص پروسیس سے گزارا جاتا ہے تو وہ Super Conducting Magnet بن جاتا ہے۔ اِسے این ایم آر یعنی Nuclear Magnetic Resonant کے پروسیس سے گزارتے ہیں۔ مریض کو جب اُس کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے تو اُس کے بدن کے اندر کی تمام چیزوں سے پردے اُٹھ جاتے ہیں۔ گویا جسم کا پردہ تو قائم رہتا ہے مگر مِقناطیسیت کی وجہ سے Scanner کے ذریعے وہ چیزیں جو ننگی آنکھ نہیں دیکھ سکتی سب آشکار کر دی جاتی ہیں۔ سو وہ لوگ جنہوں نے تزکیہ و تصفیہ کی راہ اِختیار کی، اُن پر سے بصورتِ

کشف پر دے اُٹھا دیئے جاتے ہیں۔ وہ کشف سے توجہ کرتے ہیں تو ہزارہا میل تک اُن کی نگاہ کام کرتی ہے اور وہ چیزیں جو مغیبات میں سے ہیں اور عام طور پر ننگی آنکھ پہ ظاہر نہیں ہوتیں، اُن پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور ارادہ سے آشکار کر دی جاتی ہیں۔

رُوحانی مِقناطیسیت کے کمالات:

یہ تزکیہ و تصفیہ کے طریق سے حاصل ہونے والی اُسی رُوحانی مِقناطیسیت کا کمال تھا کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبتِ جلیلہ میں تربیت پانے والے صحابۂ کرام مادّی ذرائع اِختیار کئے بغیر ہزاروں میل کی مسافت پر موجود سپہ سالارِ لشکرِ اِسلام کو ہدایات دینے پر قادِر تھے۔ سیدنا ساریہ بن جبل رضی اللہ عنہ کی زیرِ قیادت اِسلامی لشکر دُشمنانِ اِسلام کے خلاف صف آراء تھا۔ دُشمن نے ایسا پینترا بدلا کہ اِسلامی اَفواج بُری طرح سے اُس کے نرغے میں آ گئیں۔ اُس وقت مسلمانوں کے دُوسرے خلیفہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں برسرِ منبر خطبۂ جمعہ اِرشاد فرما رہے تھے۔ آپ کی رُوحانی توجہ کی بدولت میدانِ جنگ کا نقشہ آپ کی نظروں کے سامنے تھا۔ دورانِ خطبہ بآوازِ بلند پکارے: يَا سَارِيَ الْجَبَلَ[9] (اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ لے)۔

یہ اِرشاد فرما کر آپ دوبارہ اُسی طرح خطبہ میں مشغول ہو گئے۔ نہ آپ کے پاس راڈار تھا اور نہ ہی ٹی وی کا کوئی ڈائریکٹ چینل، ہزاروں میل کی دُوری پر واقع مسجدِ نبوی میں خطبۂ جمعہ بھی دے رہے ہیں اور اپنے سپہ سالار کو میدانِ جنگ میں براہِ راست ہدایات بھی جاری فرما رہے ہیں۔ نہ اُن کے پاس وائرلیس سیٹ تھا، نہ موبائل فون، کہ جس سے میدانِ جنگ کے حالات سے فوری آگہی ممکن ہوتی۔ یہ رُوحانی مِقناطیسی قوّت تھی، اندر کی آنکھ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ حضرت ساریہ بن جبل رضی اللہ عنہ نے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا پیغام موصول کیا اور اُس پر عمل درآمد کرتے ہوئے پہاڑ کی اوٹ لے کر فتح پائی۔ دُشمن کا حملہ ناکام رہا اور عساکرِ اِسلام کے جوابی حملے سے

فتح نے اُن کے قدم چومے۔ فیضانِ نبوی اور فیضانِ صحابہ ہی کی خوشہ چینی کی بدولت اولیاء اللہ عبادت، زُہد و ورع، اِتباعِ سنت، تقویٰ و طہارت، پابندیٔ شریعت، اَحکامِ طریقت کی پیروی اور اللہ تعالیٰ کے امر کی تعمیل کے ذریعے اپنے قلب و باطن کا تزکیہ و تصفیہ کر کے زِندگی سرورِ انبیاء ﷺ کے عشق و محبت اور اِتباع میں گزار کر اپنے اندر ''رُوحانی مقناطیسیت'' پیدا کر لیتے ہیں۔

مادّی ترقی کی اِس سائنسی دُنیا میں جہاں گلوبل ویلج کا اِنسانی تصوّر حقیقت کا رُوپ دھار رہا ہے، کمپیوٹر کی دُنیا میں فاصلے سمٹ کر رہ گئے ہیں، اِنٹرنیٹ نے پوری دُنیا کو رائی کے دانے میں سمیٹ لیا ہے۔ آج سائنسی ترقی کا یہ عالم ہے کہ موجودہ دَور کا عام آدمی بھی اپنی ہتھیلی پر موجود رائی کے دانے کی طرح تمام دُنیا کا مشاہدہ کرنے پر قادِر ہے۔ یہ مادّی ترقی کا اعزاز ہے، جس نے ہمیں آلات کی مدد سے اِس اَوجِ ثریا تک لا پہنچایا ہے، لیکن قربان جائیں سرورِ دوعالم ﷺ کے غلاموں کے تصرّفات پر جو فقط اپنی رُوحانی ترقی اور کمالات کی بدولت اِس منزل کو پا چکے تھے۔

تزکیہ و ریاضت سے حیات بخشی تک:

مِقناطیس (Magnet) ایک پروسیس کے ذریعے اِس قابل بن جاتے ہیں کہ اُن سے بجلی پیدا ہونے لگتی ہے، جو حرارت اور روشنی پیدا کرنے کا مُوجب ہے۔ اور جب یہ بجلی حرکی توانائی (Mechanical Energy) میں منتقل ہوتی ہے تو چیزوں کی ہیئت بدلنے لگتی ہے اور مُردہ جسم حرکت کرنے لگتے ہیں۔ اِس کی مثال وہ کھلونے ہیں، جن کو بیٹری سے چارج کیے جائیں تو وہ متحرّک ہو جاتی ہیں اور مختلف ریکارڈ شدہ آوازیں بھی نکالتی ہیں۔ ایسا کھلونا اُس وقت تک متحرّک رہتا ہے جب تک اُسے بیٹری سیل سے چارج ملتا رہتا ہے اور یوں مادّی کائنات میں بیٹری سیل کا نظام مُردہ اَجسام کو زندگی اور حرکت دیتا ہے۔ اِسی طرح رُوحانی دُنیا میں بھی جب اولیائے کرام کی رُوحانیت اپنے تکمیلی پروسیس سے گزرتی ہے تو جس مُردہ دِل پر اُن کی نظر پڑتی ہے وہ زِندہ ہو جاتا ہے۔ وہ

مُردہ لوگ جو صحبتِ اولیاء سے فیضیاب ہو کر زِندہ ہو جاتے ہیں، اُن کے دل اور روحیں حیاتِ نو سے مستفیض ہو جاتی ہیں۔ اِس کی تصدیق قرآنِ مجید میں بیان کردہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے حوالے سے ہوتی ہے، جب "مجمع البحرین" پر جو حضرت خضر علیہ السلام کی قیام گاہ تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ناشتہ دان میں سے مُردہ مچھلی زِندہ ہو کر پانی میں کود جاتی ہے۔ یہ واقعہ اِس اَمر کا مظہر ہے کہ وہ مقام جو حضرت خضر علیہ السلام کا مسکن تھا، اُس کی آب و ہوا میں یہ تاثیر تھی کہ مُردہ اَجسام کو اُس سے حیاتِ نو ملتی تھی۔ قرآنِ مجید میں اِس واقعہ کا ذِکر یوں آیا ہے:

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَباً۔[10]

ترجمہ:　سو جب وہ دونوں دو دریاؤں کے سنگم کی جگہ پہنچے تو وہ دونوں اپنی مچھلی (وہیں) بھول گئے، پس وہ (تلی ہوئی مچھلی زِندہ ہو کر) دریا میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بناتے ہوئے نکل گئی۔

یوں اَولیاء اللہ کا وُجودِ مسعود حیات بخشی کا مظہر ہوتا ہے اور وہ مُردوں میں زِندگیاں بانٹنے پر مامور ہوتے ہیں۔ جیسا کہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت داتا گنج بخشؒ کے لئے فرمایا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا　　ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما[11]

بجلی کا نظامِ ترسیل اور اَولیاء اللہ کے سلاسل:

اولیاء اللہ کے سلاسل دُنیا بھر میں موجود بجلی کے نظامِ ترسیل ہی کی مِثل ہوتے ہیں۔ اَب یہ اپنے اپنے ظرف کی بات ہے کہ کوئی کس حد تک فیض لے سکتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں بجلی ڈائریکٹ ڈیم سے لوں گا تو کیا ایسا ممکن ہے! دُنیا میں بجلی کی ترسیل کا ایک نظام ہے، اُس کے لئے

اپنے سلاسل ہیں جن کی پابندی ضروری ہے۔ ایک طے شدہ نظام کے مطابق بجلی ڈیم سے پاور ہاؤس، پاور ہاؤس سے پاور سٹیشن اور ٹرانسفارمر تک اور وہاں سے مقررہ اندازے کے مطابق گھر میں آتی ہے۔ ٹرانسفارمر سے کنکشن لینے کے بعد ہم گھروں میں سٹیبلائزر(Stabilizer) اور فیوز (Fuse) بھی لگاتے ہیں تاکہ ہمارے گھریلو حساس برقی آلات کہیں جل نہ جائیں۔ ایسا اِس لئے کرتے ہیں کہ ہمارے گھروں کا برقی سسٹم اِتنا مضبوط اور مستحکم نہیں ہوتا کہ زیادہ وولٹیج کا متحمل ہو سکے۔ اِسی نظام کو سلسلہ کہتے ہیں۔

اِس مادّی عالم کی طرح عالمِ رُوحانیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرش سے عرش تک اِس ارضی و سماوی کائنات میں ایک واحد رُوحانی ڈیم بنایا ہے، جس سے رحمت کا فیض ساری کائنات میں مختلف سلاسل کے نظام کے ذریعے منتقل ہوتا ہے۔ رحمت ورُوحانیت کا وہ ڈیم آقائے نامدار ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے اور اُس فیضانِ رسالت کو تقسیم کرنے کے لئے اولیاء اللہ کے وسیع و عریض سلاسل ہیں، جنہیں Power Distribution Systems یعنی رُوحانی بجلی کی ترسیل و تقسیم کے نظام کہتے ہیں۔ یہی اولیائے کرام مخلوقِ خداوندی میں بقدرِ ظرف فیض تقسیم کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامِ قیامت یونہی جاری و ساری رہے گا۔ اولیائے کرام نے چونکہ سخت محنت، ریاضت اور مجاہدے سے نسبتِ محمدی کو مضبوط سے مضبوط تر بنالیا ہے اِس لئے وہ براہِ راست وہیں سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ جبکہ ہر شخص کا ظرف اِس قابل نہیں ہوتا کہ وہ ڈائریکٹ اُس ڈیم سے فیض حاصل کر سکے۔ عام افرادِ دُنیا کے لئے وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ [12] کا درس ہے کہ وہ اُن اللہ والوں کی صحبت اِختیار کر لیں اور اپنے آپ کو اُن سے پیوستہ اور وابستہ رکھیں تو اُنہیں بھی فیض نصیب ہو جائے گا۔ سلاسلِ طریقت کا یہ نظام ایک سلسلۂ نور ہے، جو تمام عالمِ اِنسانیت کو ربّ لایزال کی رحمت سے سیراب کر رہا ہے۔ اِس سے اِنکار، عقل کا اِنکار، شعور کا اِنکار

اور ربّ کائنات کے نظامِ ربوبیت کا اِنکار ہے۔

قلبی سکرین کی تمثیل:

آج کے اِس دورِ فتن میں ہمارے دِلوں پر غفلت کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں اور اُن پر فیضانِ اُلوہیت اور فیضانِ رِسالت کا نزول بند ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم مطلقاً وُجودِ فیض ہی کا اِنکار کرنے پر تُل جاتے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل کو ایک ٹی وی سکرین کی مثل بنایا ہے، جس پر رُوحانی چینل سے نشریات کا آنا بند ہو گیا ہے اور ہم غفلت میں کہتے پھرتے ہیں کہ چینل نے کام کرنا بند کر دیا ہے۔ نہیں! چینل پر نشریات تو اُسی طرح جاری ہیں جبکہ ہمارے ٹی وی سیٹ میں کوئی خرابی آگئی ہے اور جب تک اِس خرابی کو دُور نہیں کیا جائے گا، نشریات سنائی اور دِکھائی نہیں دیں گی۔ جس طرح ٹی وی کے لئے اسٹیشن سے رابطہ بحال ہو تو سکرین پر تصویر بھی دِکھائی دیتی ہے اور آواز بھی سنائی دیتی ہے اور اگر یہ رابطہ کسی وجہ سے ٹوٹ جائے تو پھر آواز سنائی دیتی ہے اور نہ تصویر دِکھائی دیتی ہے۔ اِسی طرح سرورِ کائنات ﷺ کی رحمۃ للعالمین اور فیضانِ نبوت کا سلسلہ بلا اِنقطاع جاری و ساری ہے، یہ ہمارے قلب کی سوئی ہے جو رابطہ بحال نہ ہونے کے باعث اُس اسٹیشن کو نہیں پا رہی جہاں سے رُوحانی نشریات دِن رات نشر ہو رہی ہیں۔ آج بھی یہ رابطہ بحال ہو جائے تو یہ فیضان ہم تک بلا روک پہنچ سکتا ہے۔ اولیائے کرام کا تعلق اپنے آقا و مولا ﷺ سے کبھی نہیں ٹوٹتا اور اُن کی قلبی سکرین ہمہ وقت گنبدِ خضراء کی نشریات سے بہرہ یاب رہتی ہے۔ حضرت ابو العباس مرصی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے ولی اللہ گزرے ہیں، وہ فرماتے ہیں: لو حجب عنی رسول اللہ ﷺ طرفۃ عین ما عددتُ نفسی من المُسلمین[13].

ترجمہ: اگر ایک لمحہ کے لیے بھی چہرہ مصطفیٰ ﷺ میرے سامنے نہ رہے تو میں اس لمحے خود کو مسلمان نہیں سمجھتا۔

اللہ کے بندوں کے قلب کی سوئی گنبدِ خضراء کے چینل (Channel) پر لگی رہتی ہے اور اُن کا رابطہ کسی لمحہ بھی اپنے آقا کی بارگاہ سے نہیں ٹوٹتا، اِس لئے وہ تکتے بھی رہتے ہیں اور سنتے بھی رہتے ہیں۔

ذاتِ مصطفیٰ ﷺ منبع فیوضیاتِ الٰہیہ:

آقائے دوجہاں ﷺ اپنی رحمۃ للعالمینی کی بناء پر اِس کائناتِ آب و گل کے مقناطیسِ اعظم ہیں، جنہیں بارگاہِ اُلوہیت سے بہ مثل ''الیکٹرک چارج میتھڈ'' اور ''سٹروک میتھڈ'' دونوں ذرائع سے فیض ملا ہے۔ غارِ حراء کی خلوتوں نے تاجدارِ کائنات ﷺ کو پوری نسلِ اِنسانی کا محسن و ہادیٔ اعظم بنا دیا۔ جن کے دم قدم سے دنیائے شرق و غرب ایک قوم، ایک قرآن اور ایک حکومتِ الٰہیہ کے نظم میں پرو دی گئی۔ اُس فیضانِ اُلوہیت کا ذِکر کرتے ہوئے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک رات مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کے مطابق دیدار عطا کیا اور اپنا دستِ قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا۔ اُس کی بدولت میں نے اپنے سینے میں ٹھنڈک محسوس کی، پھر اِس کے بعد میرے سامنے سے سارے پردے اُٹھا دیئے گئے اور آسمان و زمین کی ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی۔ فیضِ اُلوہیت کا یہ عالم تو زمین پر تھا، اُس فیض کا عالم کیا ہو گا جو '' قَابَ قَوْسَيْنِ '' کے مقام پر آپ ﷺ کے درجات کی بلندی کا باعث بنا اور پھر آپ کو '' أَوْ أَدْنٰى '' کا قربِ اُلوہیت عطا ہوا۔ جس کے بعد زمان و مکاں اور لامکاں کے تمام فاصلے مٹ گئے اور محب و محبوب میں دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى [14] کے الفاظ سے مخلوق کو یہ بتلانا مقصود تھا کہ دیکھو اپنا عقیدہ درست رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور معبودیت اپنی جگہ برحق ہے اور محمد ﷺ اِتنا قریب ہو کر بھی عبدیت کے مقام پر فائز ہیں۔ یہ فرق روا رکھنا لازم ہے۔ فیضِ اُلوہیت کی ساری حدیں اور

اِنتہائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تمام ہوئیں۔ جب تمام فیض آپ ﷺ کو عطا کر دیئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَأٰنِیْ فَقَدْ رَاءَ الْحق فان الشیطان لا یتکونونی[15].

ترجمہ: جس نے مجھے دیکھ لیا تحقیق اُس نے برحق مجھے دیکھ لیا کیونکہ شیطان میرے شکل میں نہیں آسکتا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ حق میں دیدار کی اِلتجاء کی تھی، جس کا جواب اُنہیں جبلِ طور پر تجلیاتِ الٰہیہ کو برداشت نہ کر پانے کی صورت میں ملا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدارِ الٰہی کی اِلتجا کئی بار کی تھی مگر اُن کی یہ دعا اُس وقت تک مؤخر کر دی گئی جب تک کہ اُمتِ مسلمہ کو شبِ معراج پچاس نمازیں دی گئیں اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کو بار بار بارگاہِ اُلوہیت میں پلٹ جانے کے لئے عرض کرتے رہے، حتی کہ پانچ نماز رہ گئیں۔ آپ ﷺ محبوبِ حقیقی کے جلووں کا مظہرِ اتم ہو کر لوٹتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کے دیدارِ فرحت آثار سے شادکام ہوتے۔ یہ عالمِ لاہوتی کا فیض تھا، جبکہ عالمِ ناسوتی کے فیض کا یہ عالم تھا کہ ارض و سماء کے سب خزانوں کی کنجیاں آپ ﷺ کو تھما دی گئیں اور آپ ﷺ تمام فیوضاتِ الٰہیہ کے قاسم بن گئے۔ جس طرح آپ ﷺ فیضانِ اُلوہیت کے قاسم ہیں اُسی طرح اولیاء اللہ فیضانِ رسالت کے قاسم ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اِرشاد ہوتا ہے:

أَوَ مَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ[16].

بھلا وہ شخص جو مُردہ (یعنی ایمان سے محروم) تھا پھر ہم نے اُسے (ہدایت کی بدولت) زِندہ کیا اور ہم نے اُس کے لئے (ایمان و معرفت کا) نور پیدا فرما دیا (اب) وہ اس کے ذریعے (بقیہ) لوگوں میں (بھی روشنی پھیلانے کے لئے) چلتا ہے۔

حوالہ جات

[1]Einstein speaking about the equation E=mc 2 From the soundtrack of the film Atomic Physics Copyright © J. Arthur Rank Organization, Ltd., 1948

[2]النور35:24

[3]James Clerk Maxwell (1891) *A Treatise on Electricity and Magnetism*, pp. 32–33, Dover Publications Inc.

[4]الکہف18 : 28

[5]الکہف18 : 28

[6]ایضاً

[7]الاعلیٰ 87 : 14

[8]آل عمران3 : 134

[9]البرہانپوری، علاؤالدین علی بن حسام الدین، کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال، دارالکتب العربی، بیروت، کتاب الفضائل، باب فضائل عمر الفاروق، ج12، ص571

[10]الکہف 18 : 61

[11]ہجویری، ابوالحسن سید علی، مترجم: مفتی غلام معین الدین نعیمی، کشف المحجوب، نوری بک ڈپو، لاہور، 1975ء، ص22

[12]الکہف18 : 28

[13]آلوسی، ابوالفضل سید محمود، رُوح المعانی ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ج 22 ، ص 36

[14]النجم9:53

[15]البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری، قدیمی کتب خانہ ، کراچی، کتاب التعبیر، باب من رای النبی فی المنام، ج2، ص1036

[16]الانعام،6 : 122